حضور فرماتے ہیں کہ: ستو یا کھجوروں کی دولپیں دے کر نکاح کر لیا ہے تو نکاح ہو گیا:

"من اعطی فی صداق امرأته ملأ کفیه سویقا او تمرا فقد استحل" (ابوداؤد عن جابر)

گراں حق مہر اگر عند اللہ کوئی اعزاز ہوتا تو اس کے سب سے زیادہ سزاوار اللہ کے نبی ہوتے، حالانکہ انہوں نے اپنا اور اپنی صاحبزادیوں کا سوا سو روپیہ سے زیادہ حق مہر نہیں دیا تھا۔ (مشکوٰۃ)

گو شرعاً ممنوع نہیں ہے، جتنا کوئی چاہے دے سکتا ہے، بہر حال گراں حق مہر مسنون مہر نہیں ہے اور نتائج کے لحاظ سے دونوں کیلئے کسی اچھے مستقبل کا ضامن بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

ح ۱۷:

"اَلْحَمَّامُ حَرَامٌ عَلٰى نِسَآءِ اُمَّتِیْ" (حاکم) عن عائشۃ بسند صحیح (ن)

<u>عورتوں کیلئے حمام میں نہانا:</u>

"میری امت کی عورتوں پر حمام میں نہانا حرام ہے"

حمام نہانے کے لئے مخصوص طرز کے ہوتے تھے، جن میں عریانی کا احساس بالائے طاق رکھ کر داخل ہونا ہوتا ہے۔ کہیں تو ان کی شکل یہ ہوتی ہے کہ کپڑے دالان میں اتار کر پھر ان میں داخل ہونا پڑتا تھا — ایک کمرے میں نہانے کا ایک خاص کورس مکمل کر کے پھر دوسرے غسلخانے میں جانا ہوتا تھا۔ کبھی تو اس میں نہلانے کے لئے ہمراہ خادم بھی ملتا اور کسی جگہ مل کر نہانا پڑتا۔ کبھی مخلوط اور کبھی تنہا۔ مگر بایں ہمہ پرہیز والی بات نہیں رہتی تھی۔

الغرض: گھر سے باہر جا کر نہانے کی یہ تحریک جب کسی خاتون میں کروٹ لینا شروع کرتی ہے تو پھر سمجھ لیجئے کہ اب خیر نہیں، یہ سانجھے کی ہنڈیا چوراہے میں ہی چور ہو کر رہے گی — جو مستورات اپنے گھر کے علاوہ پبلک مقامات پر کپڑے اتار کر جھجک محسوس نہیں کریں گی، اسلام کی نگاہ میں ان کی شخصیت قابل اعتماد نہیں رہتی۔ لیکن آج کل بال کٹوانے اور دوسری آرائش گاہوں میں چہک مہک کر آنے جانے میں فخر محسوس کر رہی ہیں۔ اس سے اندازہ کر لیجئے کہ اب ہمارا رخ کدھر کو ہو چلا ہے۔ البتہ وہ خواتین اس سے مستثنیٰ ہیں جن کو طبی ضرورت کے لئے ایسی کوئی ضرورت پیش آجائے (ابوداود وغیرہ)

ح ۱۸:

"سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰى وَالنِّسَآءَ بِالذَّوَائِبِ" (حاکم)

وفی روایۃ: ان للہ ملائکۃ تسبیحھم: سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ

بِاللُّحٰی وَالنِّسَآءَ بِالْقُرُوْنِ وَالذَّوَائِبِ " (رواہ البیہقی کذا فی تبیین الحقائق وحاشیہ ھدایۃ)

"(کچھ فرشتے ہیں جو یوں تسبیح پڑھتے ہیں) وہ ذات پاک ہے جس نے مردوں کو داڑھی اور عورتوں کو (گیسوؤں اور) زلفوں سے زینت بخشی "

گو اس قسم کی روایات ترغیب و تحریص کے لئے بیان کی جاتی ہیں تاہم اصل موضوع اور مضمون ثابت ہے۔ ڈاڑھی واقعۃً جواں مردی اور عظیم شخصیت کی دلیل ہے اور زلفیں عورتوں کے حسن و زیبائش کی نشانی، اب اگر ان بالوں پر برے دن آئے ہیں تو اس لئے نہیں کہ ڈاڑھی اور زلفوں میں فی الواقع کوئی ذاتی نقص محسوس ہوا ہے۔ مگر صرف اس لئے کہ ان کے دشمن اب غلامانہ ذہنیت کے شکار ہو چکے ہیں۔ اور غلاموں کو اپنی کوئی چیز بھی بھلی نہیں لگتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان غلاموں کے پاس لباس کی حد تک اپنی کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ غور فرمائیے، آزاد، خوددار اور اپنے تئیں متمدن سمجھنے والی اقوام کی عورتوں نے اپنے سر کے بالوں کو تراشنا شروع کیا اور نوجوان مردوں نے سر پر بالوں کے گچھے اور چھنٹے لٹکالئے تو ان کی دیکھا دیکھی احساسِ کمتری میں مبتلا ہماری نوجوان لڑکیوں نے بھی بالوں کو تراشنا معراجِ حسن قرار دے ڈالا اور بے وزن نوجوان لڑکوں نے بھی انہی بالوں کو اپنے سروں پر سجا لیا ہے جن کو انکی اپنی قوم کی لڑکیوں نے تھوک دیا ہے۔ اس سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ اصل خرابی ڈاڑھی کے بالوں میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ کوڑھ جو ان کو دکھائی دے رہا ہے وہ ان کا اپنا ذہنی کوڑھ ہے — بہرحال ڈاڑھی تمام انبیاءؑ، صحابہؓ، صلحاء اور باخدا لوگوں کا شعار اور سنت ہے جن کے دل میں ان کی قدر و منزلت ہے، ان کیلئے اتنی ہی بات بس کرتی ہے کہ وہ خدا کے پیاروں کی شکل و صورت کا ایک نمونہ ہے۔ اور یہی بات مستورات کی ہے کہ اسلام نے بھی ان کے بالوں کا احترام کیا ہے۔ اور حج جیسے فریضہ میں بھی ان سے یہ فرمایا ہے کہ کسی جگہ تھوڑے سے بال کتر کر شہیدوں میں نام لکھا لیجئے۔ جس معاملہ میں خود خدا ان کے بالوں کی یوں شرم رکھتا ہے، ان کو چاہیئے کہ وہ خود بھی اس کی شرم رکھیں۔ ورنہ یہ بے شرمی آخر رنگ لائے گی۔ (جاری ہے)

خط و کتابت اور ترسیلِ زر کا نیا پتہ

معتصم ولا، ۲/۲، پاک بلاک، اقبال ٹاؤن لاہور — قارئین سے درخواست ہے کہ ترجمان الحدیث کی آئندہ ڈاک اسی پتہ پر روانہ کی جائے۔ یہ صدر دفتر کا پتہ ہے۔ ذیلی دفتر ایبک روڈ پر ہی ہے (مدیر)

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

نظامِ زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس

جائزہ اور تجاویز

پاکستان کے صدر جناب جنرل محمد ضیاء الحق لائق صد تحسین ہیں جنہوں نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو اسلامی تعزیرات اور نظامِ زکوٰۃ اور عشر اور چند دیگر اقدامات کے نفاذ کا اعلان کر کے قوم کی ایک دیرینہ آرزو کو پورا کیا۔ اور جس بات کیلئے اہلیانِ پاکستان تیس سال سے بیقرار تھے، اس مردِ مومن نے اس کے لئے عملی اقدامات کا اعلان کر کے پوری قوم کی دعائیں حاصل کیں۔

۱۲ ربیع الاول سے لے کر دوسرے موضوعات کی طرح زکوٰۃ و عشر اور ٹیکس بھی موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں حکومت نے اس کے متعلق تجاویز بھی طلب کی ہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے خیالات قلمبند کرتے ہیں۔

اسلامی نظامِ معیشت کی بنیاد:

نظامِ زکوٰۃ اسلامی نظامِ معیشت کا ایک حصہ ہے۔ اور اس نظامِ معیشت کی بنیاد اقتصاد پر ہے۔ اقتصاد کے لغوی معنی ہیں، کسی کام میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا۔ اور معاشی لحاظ سے اقتصاد کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ صرف اس حد تک خرچ کیا جائے جس سے ضرورت پوری ہو سکے۔ اس کی آسان سی مثال یوں سمجھئے کہ اگر ایک آدمی کو نہانے کے لئے ایک بالٹی پانی کافی ہو سکتا ہے تو دو یا تین بالٹی پانی کا استعمال اسراف، شرعاً ایک مذموم فعل اور قرآن کی اصطلاح میں "منکر" ہے۔ اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں سمجھایا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِسَعْدٍ فَقَالَ مَا ھٰذَا السَّرَفُ یَاسَعْدُ، قَالَ اَفِی الْوُضُوْءِ سَرَفٌ؟ قَالَ نَعَمْ، وَاِنْ کُنْتَ عَلٰی نَھْرٍ جَارٍ۔ (احمد، ابن ماجہ)

"عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعدؓ کے پاس سے گزرے، جو وضو کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا" اے سعد! اتنا زیادہ پانی استعمال کر رہے ہو؟" حضرت سعدؓ نے عرض کیا" کیا وضو کے معاملہ میں بھی اسراف ہے؟ آپؐ نے فرمایا" یقیناً، خواہ تم ایک جاری نہر کے کنارے پر بیٹھے ہو!"

اسی بنا پر ہمیں اسلام نے سادہ طرز زندگی اختیار کرنے کی تلقین کی ہے اور تعیش اور تکلف کی زندگی کو ناپسند فرمایا ہے۔ اور اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ نے، فرمانروائے ریاست ہونے کے باوجود، سادہ طرزِ زندگی کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے پوری انسانی تاریخ قاصر ہے۔

لیکن بدقسمتی سے ہم نے مغربی طرزِ معاشرت کو اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔ اپنے لباس، وضع قطع، طرزِ رہائش اور تفریحات، غرض معاشرے کے ہر شعبہ میں مغرب کی اندھی تقلید کر کے پُر تکلف اور پُر تعیش زندگی میں گرفتار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ آج ہمارے ہاں جدید ترین آسائشوں والا مکان یا کوٹھی، فرج اور ٹیلیویژن، ڈرائنگ روم میں قیمتی فرنیچر تہذیب کی شرط لازم قرار پا چکے ہیں۔ اور ان چیزوں کے حصول کیلئے جب جائز اور محدود آمدنی ناکافی ثابت ہوتی ہے تو انسان ناجائز ذرائع مثلاً رشوت، چوری، چوربازاری، سمگلنگ وغیرہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اس صورتِ حال کو بدلنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے حکام، وزراء، سیاسی راہنما اور سماجی کارکن سادہ طرزِ معاشرت اختیار کرنے کی ملک گیر مہم چلائیں اور اس کی ابتدا اپنے آپ سے کریں۔ جب تک ہمارے حکام، امراء، دینی وسیاسی راہنما اپنی عام زندگی میں سادگی کو نہیں اپنائیں گے، عوام پُرتکلف زندگی کے اس بارگراں سے نجات نہیں پا سکتے اور نہ ہی حصولِ زر کے ناجائز ذرائع ختم ہو سکتے ہیں۔

اسی "ھل من مزید" کی مرض کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ لوگ جائز حقوق کی ادائیگی میں ہیرا پھیری کرنے کے عادی ہو چکے ہیںؔ۔ چنانچہ ٹیکسوں میں چوری ایک وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ پس نظامِ زکوٰۃ کو مؤثر اور بار آور بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس پہلو پر پوری توجہ دی جائے۔

لہ جب سے نظامِ زکوٰۃ وعشر کا سرکاری سطح پر چرچا ہوا ہے، بہت سے لوگوں نے اپنی رقوم بنکوں سے نکلوانا شروع کر دی ہیں۔ انہیں یہ خطرہ ہے کہ اب سود تو ملیگا نہیں، الٹا زکوٰۃ بھی پڑ جائیگی۔ اب ان رقوم سے انہوں نے دھڑا دھڑ زمینیں، پلاٹ اور مکان خریدنا شروع کر دیئے ہیں کہ وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ اور اس کی تہہ میں وہی زرپرستی کی ہوس اور زکوٰۃ سے فرار کا جذبہ کارفرما ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایسا وقت بھی آیا، جب زکوٰۃ دینے والے کسی مستحق زکوٰۃ کی تلاش کرتے تھے تو انہیں زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔ اس کی وجہ محض یہ نہ تھی کہ مسلمانوں کے پاس کثیر دولت آگئی تھی اور زکوٰۃ کا نظام نافذ تھا بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ابھی مسلمان پرتکلف زندگی سے ناآشنا تھے۔

اسلامی نظامِ معیشت کی دوسری بنیاد باہمی اخوت، ایثار اور ہمدردی ہے۔ لیکن آج ہم نے ان اقدار کو بھی پامال کر رکھا ہے۔ ایک طویل دور کے سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت نے ہمارے اندر خود غرضی، سنگدلی، بخل اور مفاد پرستی جیسی انسانیت سوز صفات پیدا کر دی ہیں، کچھ ہمیں مغرب کی مادہ پرستانہ ذہنیت سے ورثہ میں ملی ہیں۔ دوسروں کا حق دبانے اور ظلم و استحصال کے رجحان نے ہمارے ذہنوں کو مفلوج کر رکھا ہے۔ دوسرے کی تکلیف اور تنگدستی پر کبھی ہمارا دل بھر نہیں آیا جبکہ اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور میں ایثار و مروت، سخاوت و استغناء اور انفاق فی سبیل اللہ کے نفید المثال واقعات ہمیں بکثرت ملتے ہیں۔ قلب و روح اور ذہن و دماغ کے اس انقلاب کیلئے ایک مضبوط روحانی عقیدے کی ضرورت ہے جو خوفِ خدا اور فکرِ آخرت سے پیدا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نظامِ صلوٰۃ کو نظامِ زکوٰۃ سے مقدم رکھا ہے۔ بالفاظِ دیگر نظامِ زکوٰۃ کی کامیابی کا دارومدار نظامِ صلوٰۃ پر موقوف ہے۔ لہٰذا جس قدر ہمارا نظامِ صلوٰۃ مضبوط و مستحکم ہوگا، اسی نسبت سے نظامِ زکوٰۃ صحیح معنوں میں بارآور ثابت ہوگا۔ سرکاری طور پر دفاتر میں اقامتِ صلوٰۃ کا اعلان تو ہو چکا ہے تاہم نظامِ زکوٰۃ کو مؤثر بنانے کے لئے اقامتِ صلوٰۃ پر خاصی توجہ کی ضرورت ہے۔

عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ زکوٰۃ ایک دینی فریضہ اور مالی عبادت ہے۔ لہٰذا مسلمان اس کی ادائیگی پوری ایمانداری اور خوش دلی سے کیا کریں گے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں اور بلاشبہ ایسے لوگ موجود بھی ہیں۔ لیکن اس بات کا کیا علاج کہ ہمارے ہاں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں، جو سرے سے اس نظام ہی کے مخالف ہیں اور صرف عوام کی بات نہیں، اساطینِ حکومت میں بھی ایسا طبقہ موجود ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے معاشرہ میں وہ امراض بھی موجود ہیں جن کی مندرجہ بالا سطور میں نشاندہی کی گئی ہے۔ لہٰذا ہمارے خیال میں حسنِ ظن کی بجائے احتیاطی تدابیر کو مقدم سمجھنا ضروری ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کا جائزہ لیتے ہیں۔ سرسری جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔ زیادہ توجہ نظامِ زکوٰۃ کے انتظامی ڈھانچہ کی طرف مبذول کی گئی ہے۔ لیکن مکمل زکوٰۃ کی وصولی کی طرف توجہ کم دی گئی ہے۔ صرف نقدی، بینک میں جمع شدہ میعادی رقوم اور اجناس کی زکوٰۃ تک اسے

محدود رکھا گیا ہے۔

۲۔ زکوٰۃ کی وصولی میں نہایت نرم پالیسی اختیار کی گئی ہے۔

۳۔ زکوٰۃ کی وصولی کی بیشتر ذمہ داری تو مقامی کمیٹیوں پر ہوگی لیکن اس کی تشکیل اور ذمہ داریوں کا محض ایک دھندلا سا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

۴۔ حکومت جو تھوڑی بہت زکوٰۃ وصول کرے گی، اسے معذور افراد کی امداد پر خرچ کیا جائیگا۔ رہے حکومت کے ٹیکس تو وہ علیٰ حالہ قائم رہیں گے، الّا یہ کہ عشر کے مقابلہ میں مالیہ ساقط ہو جائیگا۔ اور نقدی اور میعادی رقوم کی زکوٰۃ انکم ٹیکس یا دولت ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دی جائے گی۔

ہم انہی تنقیحات کی روشنی میں تفصیلات اور تجاویز پیش کریں گے۔

(۱) زکوٰۃ کے محاصل یا محل نصاب اشیاء

زکوٰۃ مندرجہ ذیل اشیاء پر عائد ہوتی ہے (یہ واضح رہے کہ زکوٰۃ کیلئے قرآن کریم میں زکوٰۃ، صدقہ اور انفاق فی سبیل اللہ تینوں نام استعمال ہوئے ہیں اور زکوٰۃ کے معانی کی تصدیق سیاق وسباق یا احادیث سے ہوتی ہے):

۱۔ بچتیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ" (التوبۃ: ۳۴)

کہ "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے!"

عہدِ نبوی میں بچت کی صورت صرف سونا چاندی ہی تھے۔ درہم ودینار (نقدی) بھی سونا چاندی ہی کے ہوتے تھے۔ لیکن آجکل بچتوں کی مندرجہ ذیل صورتیں پائی جاتی ہیں:

۱۔ نقد رقوم یعنی کاغذی زر۔

۲۔ سونا چاندی یا اس کے زیورات۔

۳۔ بنکوں میں جمع شدہ رقوم، میعادی اور عند الطلب یا ڈاکخانہ کے سیونگ ڈیپازٹ۔

۴۔ مشترکہ سرمائے کی کمپنیوں کے حصص۔

۵ ۔ نیشنل انویسٹمنٹ ٹرسٹ یونٹس ۔
۶ ۔ بیمہ کمپنیوں کو اداشدہ رقوم ۔
۷ ۔ مختلف قسم کے سرکاری تمسکات ۔

بچتوں پر زکوٰۃ کی شرح ½۲ فیصد یا ربع عشر ہے ۔ اور بچت سے مراد وہ بچت ہے جس پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کا اصول یہ ہے کہ جو اموال صاحبِ مال کے سوا دوسروں کے علم میں نہ آسکیں (یعنی اموالِ باطنہ) ان کی تشخیص صاحبِ مال خود کرتا ہے ۔ اور اس کا حساب براہِ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے ۔ اس میں حکومتِ وقت گرفت نہیں کر سکتی ۔ اور جو اموال دوسرے کے علم میں آسکیں، وہ اموالِ ظاہر ہیں ۔ یہاں خود تشخیص طریق کار استعمال نہیں ہوگا ۔ ہر طرح کے اموال کی زکوٰۃ اسلامی ریاست وصول کرے گی ۔

ساڑھے باون تولہ سے کم چاندی، ساڑھے سات تولہ سے کم سونا اور تقریباً ایک ہزار سے کم نقدی پر زکوٰۃ نہیں ہے ۔

۲ ۔ زرعی پیداوار :

ارشادِ ربانی ہے :

كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۚ (الانعام : ۱۴۱)

(جب یہ چیزیں پھلیں تو ان کے پھل کھاؤ ۔ اور جس دن پھل توڑو اور کھیتی کاٹو تو خدا کا حق اس میں سے ادا کرو۔)

اس خدا کے حق کی تفصیل سنت سے یہ ملتی ہے :

۱ ۔ زرعی پیداوار سے مراد صرف اجناس نہیں بلکہ پھل بھی ہیں ۔ خصوصاً ایسے پھلوں پر زکوٰۃ واجب ہے جو سٹور کئے جا سکتے ہیں ۔ مثلاً بادام، کھجور، منقہ وغیرہ ۔ اور وہ پھل جو جلد خراب ہو جاتے ہیں مثلاً کینو، سنگترہ، کیلا، امرود وغیرہ ، ان پر زرعی زکوٰۃ واجب نہیں ہے ۔

۲ ۔ ہر وہ پیداوار جس کی آبپاشی مصنوعی ذرائع سے کرنی پڑے ، اس پر زکوٰۃ ۵ فیصد یا نصف عشر ہے ۔

۳ ۔ ہر وہ پیداوار جو قدرتی ذرائع سے سیراب ہو سکے ، خواہ بارش سے ہو یا ندی نالوں سے ۔ یا اس کی جڑیں زمین سے پانی کھینچ کر سیراب ہوتی رہیں ، ان پر زکوٰۃ ۱۰ فیصد یا عشر ہے ۔

۴ ۔ یہ زکوٰۃ سال بھر میں اتنی بار لی جائے گی جتنی بار فصل تیار ہو ۔

۵ ۔ ۵ وسق یا تقریباً ۲۵ من سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے ۔ ایک من بھی بڑھ جائے تو پوری مقدار پر زکوٰۃ

عائد ہوگی۔

۳۔ اموالِ تجارت اور صنعت :

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم" (بقرہ : ۲۶۷)

کہ" اے ایمان والو، جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو، اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرو!"

اور اس آیت کی تشریح سنت سے یوں ملتی ہے :

"عن سمرۃ بن جندب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمرنا

• ان نخرج الصدقۃ من الذی نعدہ للبیع" (ابوداؤد)

"سمرہؓ بن جندب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم اموالِ تجارت سے زکوٰۃ ادا کریں"

اموالِ تجارت کی زکوٰۃ کی تفصیل یوں ہے :

۱۔ اس زکوٰۃ کی شرح، نصاب، شرطِ زکوٰۃ، بچت کی زکوٰۃ کے مطابق ہے۔ یعنی ایک سال بعد ۲½ فیصد کے حساب سے ادائیگی کی جائے گی اور ایک ہزار روپیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

۲۔ اموالِ تجارت میں دکان کا باردانہ، فرنیچر اور سٹیشنری وغیرہ شامل نہیں ہیں۔ صرف وہ سامان محسوب ہوگا جو قابلِ فروخت ہو۔

۳۔ زکوٰۃ موجودہ مالیت پر عائد ہوگی۔ مثلاً زید نے پچھلے سال ۱۰ ہزار سے کاروبار شروع کیا جو اس وقت ۱۴ ہزار کی مالیت کا ہے۔ تو زکوٰۃ ۱۴ ہزار پر ہوگی نہ کہ ۱۰ ہزار پر۔ اسی طرح اگر اسے نقصان ہوگیا اور موجودہ مالیت ۷ ہزار ہے۔ تو زکوٰۃ ۷ ہزار پر عائد ہوگی نہ کہ ۱۰ ہزار پر۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مالِ تجارت کے کل اجزاء پر سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔

۴۔ صنعتی پیداوار :

عہدِ نبوی میں عرب میں کوئی صنعتی پیداوار نہیں تھی۔ فقہائے کرام نے مندرجہ بالا آیت اور ارشادِ نبوی سے صنعتی پیداوار کو واجب قرار دیا ہے۔ صنعتی پیداوار کی زکوٰۃ کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ فیکٹری یا کارخانہ کی عمارت اور مشینری اموالِ تجارت سے مستثنیٰ ہے۔ اگرچہ سرمایہ کا کثیر حصہ انہی مدات پر صرف ہو چکا ہو۔

۲۔ صنعتی پیداوار کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے کہ آیا وہ تجارتی زکوٰۃ ۲½ فیصد کے حساب سے